جناب عبدالرشید عراقی

تاریخ و سیر

گذشتہ سے پیوستہ

برِّ صغیر پاک و ہند میں علمِ حدیث اور علمائے اہلِ حدیث کی مساعی!

والاجاہ محی السنۃ مولانا السیّد نواب صدیق حسن خاں قنوجی رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ)

مولانا سیّد نواب صدیق حسن خاں ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۸ھ کو بانس بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق حسینی سادات سے ہے اور آپ کا نسب ۳۳ واسطوں سے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے[1]

آپ کے والد کا نام سیّد اولادِ حسن (م $\frac{۱۲۵۳ھ}{۱۸۳۸ء}$) ہے جو اپنے وقت کے ممتاز اور جیّد عالم تھے۔ اور حضرت سیّد احمد بریلویؒ کے خلفاء میں سے تھے[2] اور اس کے ساتھ صاحبِ تصانیفِ کثیرہ تھے[3] تورّع اور استغناء میں سلف کا نمونہ تھے۔ اسی تقویٰ و احتیاط کی بنا پر والد کی عظیم الشان جائداد چھوڑ دی۔[4]

حضرت نواب صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے برادرِ بزرگ مولانا سیّد احمد حسن عرشی (م $\frac{۱۲۷۷ھ}{۱۸۶۰ء}$) سے حاصل کی۔ اس کے بعد فرخ آباد میں مولوی محمد حسین شاہجہانپوری اور کانپور میں ملّا محمّد مراد بخاری اور مولوی محمد محب اللہ پانی پتی سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۲۶۹ھ میں تکمیلِ تعلیم کے لیے دہلی پہنچے اور صدر الافاضل

---

[1] ابقاء المنن بالقاء المحن ص ۷، للنواب [2] کاروانِ ایمان عزیمت ص ۸۷ [3] تراجم علمائے حدیث ہند ص ۲۷۳ [4] کاروانِ ایمان و عزیمت ص ۸۷)

مولانا مفتی صدر الدین (م ۱۲۸۵ھ) کی خدمت میں ایک سال ۸ ماہ رہ کر تکمیلِ تعلیم کی۔

حدیث میں سند و اجازہ ان حضرات سے حاصل کی:

شیخ زین العابدین بن محسن بن محمد السبعی، شیخ عبدالحق محدث بنارسی (م ۱۲۸۶ھ) تلمیذ قاضی شوکانی یمنی (م ۱۲۵۰ھ)، شیخ یحییٰ بن محمد بن حسن علامہ سید خیر الدین آلوسی (مفتی بغداد) شیخ حسین عرب یمنی (م ۱۳۲۷ھ) اور مولانا شاہ محمد یعقوب مہاجر مکی (۱۲۸۳ھ) سے بذریعہ خط!

۲۱ سال کی عمر میں علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی اور اس کے بعد قنوج چلے گئے۔ قنوج سے بھوپال تشریف لائے جہاں مولانا علی عباس چڑیاکوٹی (م ۱۳۰۲ھ) کی وساطت سے ملازمت مل گئی مگر یہ ملازمت زیادہ عرصہ تک نہ چل سکی اور آپ ملازمت چھوڑ کر دوبارہ قنوج تشریف لے گئے۔

انہی دنوں ۱۸۵۷ء کے غدر کا ہنگامہ رونما ہوا جس کی زد میں قنوج بھی آگیا۔ نواب سکندر جہاں والیہ بھوپال نے آپ کو بھوپال طلب کیا۔ موسم کی خرابی کی بناء پر دیر سے بھوپال پہنچے۔ اسی عرصہ میں معاندین کو آپ کے خلاف سازش کا موقع مل گیا اور آپ کے لیے حکم منسوخ ہو گیا۔ چنانچہ حضرت یہ شعر پڑھتے ہوتے بھوپال سے واپس ہوئے ؎

ما ز بھوپال گزشتیم تو دل ساختن

قفل بر در مزن و خانہ و دیوار منہ

۱۲۷۶ھ میں تیسری بار بھوپال آتے اور آپ کو ۷۵ روپے ماہوار پر ملازمت مل گئی۔ آپ کا نکاح منشی محمد جمال الدین صاحب مدار المہام ریاست بھوپال کی صاحبزادی سے ہوا۔ انہی دنوں نواب سکندر جہاں بیگم صاحب کا انتقال ہو گیا تو نواب شاہجہان بیگم صاحبہ سریر آرائے سلطنت ہوئیں جو بیوہ ہو چکی تھیں اور حضرت نواب صاحب کی قابلیت سے متاثر تھیں اسی لیے ان کو شریک سلطنت بنایا اور ساتھ ہی نکاح بھی کر لیا۔ اب حضرت نواب صاحب دین و دُنیا کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھے۔

حضرت نواب صاحب کی علمی مساعی: حضرت نواب صاحب کو مکمل

سکون نصیب ہوا تو آپ نے اشاعتِ اسلام اور توحید و سنت کی ترویج میں پورا حصہ لیا۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ نے بھوپال میں ممتاز اور جید علماء کرام کو جمع کیا۔ مثلاً مولانا محمد مچھلی شہری (م ۱۳۳۴ھ) مولانا محمد بشیر سہسوانی (م ۱۳۲۶ھ) مولانا بشیر الدین محدث قنوجی (م ۱۲۷۳ھ) اور مولانا سلامت اللہ جے راج پوری (م ۱۳۲۲ھ) وغیرہ۔

علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) لکھتے ہیں:

"بھوپال ایک زمانہ تک علمائے حدیث کا مرکز رہا، قنوج، سہسوان اور اعظم گڑھ کے بہت سے نامور اہلِ علم اس ادارہ میں کام کر رہے تھے۔ شیخ حسین عرب یمنی ان سب کے سرخیل تھے۔

---

۱ علامہ شیخ حسین بن محسن بن محمد بن مہدی یمن کے ایک شہر حدیدہ میں ۱۴ جمادی الثانی ۱۲۴۵ھ کو پیدا ہوئے۔ وہیں حفظِ قرآن کے بعد صرف، نحو، ادب اور فقہ شافعی کی تعلیم حاصل کی۔ فنون کی تکمیل کے بعد علامہ حسین بن عبد الهادی، شیخ محمد اور ان کے صاحبزادے شیخ سلیمان سے حدیث کی تعلیم حاصل کی اور تکمیلِ تعلیم کے بعد یمن کے قاضی مقرر ہوئے مگر ۴ سال بعد مستعفی ہو کر بھوپال (ہندوستان) چلے آئے! قیامِ بھوپال میں آپ نے جو گرانقدر علمی خدمات انجام دیں اس کے متعلق مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"بھوپال میں شیخ حسین بن محسن یمانی کا وجود اور ان کا درسِ حدیث ایک نعمتِ غیر مترقبہ تھا، جس سے ہندوستان اس وقت کے بلادِ مغرب و یمن کا ہمسر بنا ہوا تھا۔ اور اس نے ان جلیل القدر شیوخِ حدیث کی یاد تازہ کر دی تھی جو اپنے خداداد حافظہ، علوِ سند اور کتبِ حدیث و رجال پر عبورِ کامل کی بناء پر ایک زندہ کتب خانہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ شیخ حسین بیک واسطہ علامہ محمد بن علی الشوکانی (م ۱۲۵۰ھ) صاحبِ نیل الاوطار کے شاگرد تھے اور اُن کی سند بہت عالی اور قلیل الوسائط سمجھی جاتی تھی۔ یمن کے جلیل القدر اساتذۂ حدیث کے تلمذ و صحبت، غیر معمولی حافظہ جو اہلِ عرب کی خصوصیت ہے، سالہا سال تک کے درس و تدریس کے مشغلے اور ان کی یمنی خصوصیات کی بناء پر، جن کی ایمان و حکمت کی شہادت احادیثِ صحیحہ میں موجود

تصانیف:

حضرت والاجاہ نے عربی، فارسی اور اردو میں ۲۲۲ کتابیں تصنیف کیں، جن کی تفصیل یہ ہے:

نام فن	عربی	فارسی	اردو	میزان
تفسیر	۱	۴	۱	۶
حدیث	۱۶	۴	۱۳	۳۳
عقائد	۹	۴	۱۷	۳۰
فقہ	۵	۶	۱۲	۲۳
ردِ تقلید	۵	۴	۲	۱۱
سیاست	۲	۱	۳	۶

ہے۔ حدیث کا فن گویا ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا تھا اور ان کے دفتر ان کے سینہ میں سما گئے تھے۔ (مولانا حیدر حسن ٹونکی شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ فرماتے تھے کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری، جس کی ۱۳ ضخیم جلدیں ہیں، اور جلد ۱۴ مقدمہ ہے، شیخ صاحب کو زبانی حفظ تھی)

جب بھوپال تشریف لائے تو علماء و فضلاء (جن میں بہت سے صاحبِ درس و تصنیف بھی تھے) نے پروانہ وار ہجوم کیا اور فنِ حدیث کی تکمیل کی اور ان سے سند لی۔

شیخ صاحب کے تلامذہ میں حضرت نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ) مولانا محمد بشیر سہسوانی (م ۱۳۲۶ھ) مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری (م ۱۳۳۲ھ) مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (م ۱۳۳۶ھ) مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری (م ۱۳۵۲ھ) مولانا سلامت اللہ جے راجپوری (م ۱۳۲۲ھ) مولانا وحید الزمان حیدر آبادی (م ۱۳۳۸ھ) اور مولانا سید عبدالحی لم (م ۱۳۴۱ھ) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ نے رجب ۱۳۰۳ھ کو بھوپال میں وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۱۱ تا ۱۱۵ حیات سید عبدالحی ص ۶۳)

نام فن	عربی	فارسی	اردو	میزان
تاریخ و سیر	۸	۹	۵	۲۲
مناقب	۴	۲	۷	۱۳
علوم و ادب	۱۲	۵	۴	۲۲
اخلاق	۹	۴	۲۵	۳۸
	—	—	۱	۱
تصوف	۵	۱	۱۱	۱۷
میزان	۴۷	۴۴	۱۰۱	۲۲۲ [۱]

اشاعتِ حدیث کے سلسلہ میں حضرت نواب صاحب کی مساعی:

اشاعتِ حدیث کے سلسلہ میں حضرت نواب صاحب نے اعلان فرمایا کہ جو شخص بخاری شریف حفظ کرے گا اس کو ایک ہزار روپے انعام دیا جائے گا، اور جو شخص بلوغ المرام حفظ کرے گا اس کو یکصد روپے انعام دیا جائے گا۔

اشاعتِ حدیث کے سلسلہ میں آپ نے جو گراں قدر علمی خدمات انجام دی ہیں اس سلسلہ میں مولانا ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی لکھتے ہیں:

"آپ نے قرآن و حدیث کے متعلق متقدمین کی اکثر کتابیں، جو بیش قیمت ہونے کے ساتھ کمیاب بھی ہو چکی تھیں، عرب و عجم سے گراں بہا قیمتوں پر حاصل کر کے مطابع مصر و بیروت اور ہندوستان میں لاکھوں روپے خرچ کر کے چھپوائیں اور بلا طلب معاوضہ علماء کی نذر کر دیں کہ جن کے وجود سے عربی زبان کا کوئی کتب خانہ خالی نہ ہوگا۔"

حضرت نواب صاحب نے جو کتابیں اس طرح چھپوا کر مفت تقسیم فرمائیں،

---

[۱] تراجم علمائے حدیث ج ۱ ص ۲۹۸ تا ۳۱۱۔

ان میں سے چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

فتح الباری شرح الصحیح البخاری، تفسیر ابن کثیر مع فتح البیان فی مقاصد القرآن، نیل الاوطار[1]

مولانا سید عبدالحی (م ۱۳۴۱ھ) لکھتے ہیں:

"علمائے حدیث میں نواب سید صدیق حسن خاں بھوپالی کا اسم گرامی بھی ہے، آپ نے فنِ حدیث قاضی زین العابدین اور ان کے بڑے بھائی، جو ہمارے بھی استاد ہیں۔ شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی سے حاصل کیا۔ اللہ کی عنایت سے آپ کے پاس نادر کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ آپ نے ان کتابوں کا مطالعہ کیا اور ان سے فائدہ اٹھایا، کتابیں تصنیف فرمائیں اور بعض کتابوں کی نشر و اشاعت کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ مثلاً فتح الباری، نیل الاوطار! یہ فنِ حدیث میں بڑی اہم کتب ہیں۔"[2]

علامہ سید سلیمان ندویؒ حضرت نواب صاحب کی خدمتِ حدیث کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"علمائے اہل حدیث کی تدریسی و تصنیفی خدمت بھی قدر کے قابل ہے۔ نواب صدیق حسن خاں مرحوم کے قلم اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ کی تدریس سے بڑا فیض پہنچا۔"[3]

وفات:

۲۹۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۰۷ھ کو آپ کی وفات ہوئی اور یکم رجب ۱۳۰۷ھ کو قبل دوپہر اپنے خاص قبرستان میں مدفون ہوئے۔[4]

مولانا سید عبدالحیؒ (م ۱۳۴۱ھ) آپ کو ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں:

"علامہ الزمان و ترجمان الحدیث والقرآن محی العلوم العربیہ و بدر الاقطار

---

[1] ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۲۸ [2] اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں ص ۲۰۳ [3] تراجم علمائے حدیث ہند ج ۱ ص ۳۶ [4] ایضاً ص ۲۹۷ [5] نزہۃ الخواطر ج ۸

الہندیہ السید الشریف صدیق حسن بن اولاد حسن بن اولاد علی الحسینی البخاری القنوجی صاحب المصنفات الشہیرہ و المؤلفات الکبیرۃ[1]

حضرت مولانا شیخ الکل السید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ (م ۱۳۲۰ھ)

۱۲۲۰ھ / ۱۸۰۵ء آپ کی پیدائش ہے۔ حسینی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۳۴ ویں پشت پر آپ کا شجرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

۱۶ سال کی عمر میں تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ پہلے اپنے والد ماجد سید جواد علی سے پڑھا۔ اس کے بعد مولوی محمد حسین خلیفہ مولانا ولایت علی عظیم آبادی (م ۱۲۶۹ھ) سے پڑھا۔ اس کے بعد تکمیل تعلیم کے سلسلہ میں دہلی کی جانب روانہ ہوتے۔ راستہ میں غازی پور میں قیام کیا۔ وہاں مولانا احمد علی چڑیا کوٹی (م ۱۲۷۲ھ) سے کچھ کتابیں پڑھیں۔ دہلی پہنچتے پہنچتے حضرت شاہ عبد العزیز (م ۱۲۳۹ھ) کا انتقال ہو چکا تھا اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق (م ۱۲۶۲ھ) کا فیض جاری تھا۔ چنانچہ آپ نے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب سے اکتساب علم سے پہلے مولانا عبد الخالق دہلوی (م ۱۲۶۱ھ) ملا اخوند شیر محمد (م ۱۲۵۷ھ) مولانا جلال الدین ہروی، مولانا کرامت علی اسرائیلی، مولانا سید محمد بخش عرف تربیت خاںؒ، مولانا عبد القادر رام پوریؒ، مولانا حکیم نیاز احمد سہسوانی سے تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد آپ مولانا شاہ محمد اسحاق فاروقی بن محمد افضل فاروقی (م ۱۲۶۲ھ) نواسہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔ اور حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ درس میں آپ نے ۱۳ سال گزارے۔

تدریس:

حضرت شاہ محمد اسحاق کی ہجرتِ مکہ کے بعد حضرت میاں صاحب نے دہلی کی مسجد اورنگ آبادی میں مستقل درس قائم کیا۔ جہاں ۱۲۷۰ھ تک جملہ علوم و فنون کی کتابیں بلا استثناء پڑھاتے رہے۔ لیکن بعد میں صرف تفسیر و حدیث پر انحصا

---

[1] نزہۃ الخواطر ج ۸۔

کیا اور میاں صاحب کا یہ درس ۶۰ سال تک قائم رہا۔ اسی وجہ سے آپ کا لقب شیخ الکل مشہور ہوا۔

اس ۶۰ سالہ دور میں بے شمار حضرات نے آپ سے استفادہ کیا۔ جن میں سے بعض خود بھی مسندِ تحدیث کے مالک بنے۔ اور بعض وہ حضرات ہیں جنھوں نے خدمتِ حدیث میں وہ گرانقدر علمی خدمات سرانجام دی ہیں کہ رہتی دُنیا تک اس کا تذکرہ باقی رہے گا۔

مولانا فضل حسین المعروف مظفر حسین مظفر پوری نے الحیاۃ بعد المماۃ میں آپکے مشہور تلامذہ کی تعداد ۵۰۰ بتائی ہے۔ مگر یہاں صرف ان حضرات کا تذکرہ پیش خدمت ہے جو مسندِ تحدیث کے مالک بنے اور گراں بہا علمی تصانیف یادگار چھوڑیں مثلاً:

حضرت مولانا عبداللہ الغزنوی امرتسری (م ۱۲۹۸ھ)، حضرت الامام السید مولانا عبدالجبار غزنوی (م ۱۳۳۱ھ) مولانا حافظ عبدالمنان صاحب محدث وزیر آبادی (م ۱۳۳۴ھ) مولانا حافظ عبدالمنان صاحب محدث وزیر آبادی (م ۱۳۳۴ھ) مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری (م ۱۳۳۲ھ) مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (م ۱۳۳۶ھ) مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری (م ۱۳۵۳ھ) مولانا شاہ عین الحق پھلواری (م ۱۳۳۳ھ) مولانا محمد سعید بنارسی (م ۱۳۲۲ھ) مولانا سید امیر حسن سہسوانی (م ۱۲۹۱ھ) مولانا سید امیر احمد بن امیر حسن سہسوانی، مولانا محمد بشیر سہسوانی (م ۱۳۲۶ھ) مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی (م ۱۳۳۸ھ) مولانا سید احمد اللہ پرتاپ گڑھی دہلوی (م ۱۳۴۸ھ)، مولانا عبدالاول غزنوی (م ۱۳۱۳ھ) مولانا عبدالغفور غزنوی (م ۱۳۵۲ھ) مولانا عبدالحمید سوہدروی (م ۱۳۳۰ھ) مولانا وحید الزمان حیدر آبادی (م ۱۳۳۸ھ) مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ) اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ۔

حضرت میاں صاحب کی خدمتِ حدیث پر علمائے کرام کا خراجِ تحسین:

حضرت شیخ الکل نے خدمتِ حدیث کے سلسلہ میں جو گرانقدر علمی خدمات

سر انجام دی ہیں، اس پر علمائے کرام نے آپ کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

سر سید احمد خاں بانی علی گڑھ کالج لکھتے ہیں:

"تحصیل و تکمیل علومِ متداولہ کے بعد مدتوں فقیہ رہے"

زبدۃ اہلِ کمال آسودہ اربابِ فضل و افضال مولوی سید نذیر حسین صاحب بہت صاحبِ استعداد ہیں۔ خصوصاً فقہ میں ایسی استعدادِ کامل بہم پہنچائی ہے کہ اپنے نظائر و اقران سے گوئے سبقت لے گئے ہیں۔ روایت کتب میں آج بے نظیر ہیں۔

جب درسِ حدیث کی جانب توجہ کی تو دوسرے علوم و فنون اور تقلیدِ شخصی کی طرف سے بے پروائی آتی گئی۔ یہاں تک کہ تقلید بھی کی تو صاحبِ حدیث صلی اللہ علیہ وسلم کی کی۔ اور سب کی تقلید سے ہاتھ اٹھایا۔

۶۰ برس تک دہلی میں حدیث کا درس دیتے رہے اور اسی پر خاتمہ ہوا۔ مسلمانوں کو جب پکارا حدیث کی طرف پکارا اور آٹھ لاکھ آدمیوں کو عامل بالحدیث بنا چھوڑا۔ جیسا کہ اپنے ایک شاگرد مولانا سید عبدالعزیز فرخ آبادی کو لکھتے ہیں:

"مرا کہ از خدمتِ علوم دین سیما کتاب و سنت ضیق فرصت ست و امروز زیر درس ۵۴ طلبہ ہستند فقدان اطمینان است"

(آثار الصنادید)

مولانا سید عبدالحی (م ۱۳۴۱ھ)[1] حضرت شیخ الکل کی خدمتِ حدیث پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

"علمائے حدیث میں میاں سید نذیر حسین حسینی دہلوی کا اسم گرامی بھی ہے۔ آپ کا سنِ وفات ۱۳۲۰ھ ہے۔ آپ شاہ اسحٰق دہلوی کے شاگرد ہیں۔ دہلی میں آپ نے درس و افادہ کی مسند بچھائی اور آپ کے علم سے اہلِ عرب و عجم کی بہت بڑی تعداد نے فائدہ اٹھایا۔ ہندوستان میں فنِ حدیث کی ریاست ان پر ختم ہے"

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ) آپ کی خدمتِ حدیث کے

---

[1] المتوفی ۲۶ رمضان ۱۳۴۱ھ مارچ ۱۹۲۳ء۔ [2] اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں ص ۲۰۲۔

سلسلہ میں یوں لکھتے ہیں :

"علم حدیث آپ کا خاص فن تھا۔ اس فن کی ترویج چار دانگ ہندوستان میں جیسی کچھ آپ کے ذریعہ ہوئی، کسی فردِ واحد کی کوشش نہیں کر سکتی"۔[۱]

حضرت شیخ الکل کے متعلق مولانا سیالکوٹی لکھتے ہیں :

"متبحر فی العلوم ہونے کے علاوہ آپ نہایت وسیع الخیال، زندہ دل، خوش طبع، فراخ حوصلہ، اداشناس، سادگی پسند، تیز فہم، فقیر، محدث اور درویش تھے۔ عملی زندگی میں آپ کا سب سے بڑا زیور آپ کی درویشانہ روش تھی"۔[۲]

وفات :

محفلِ اسلام کی یہ نورانی شمع، جماعت اہلحدیث کے ممتاز اور جید عالم، مسند ولی اللّٰہی کے جانشین، ۱۰ رجب ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو قیامت کی نیند سو گئے۔

اللھم اغفر وارحمہ وادخلہ فی الجنۃ الفردوس[۳]

---

[۱] تاریخ اہلحدیث ص ۴۱۹ [۲] ایضاً ص ۴۲۳ [۳] تراجم علمائے حدیث ہند ص ۱۵۵)

- اگر آپ کے نام آنے والے رسالہ پر "اس شمارے پر آپ کا چندہ ختم ہے" کی مہر موجود ہے تو فی الفور اپنا زرِ سالانہ مبلغ بیس۲۰ روپے دفتر محدث میں ارسال فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔
- بصورتِ دیگر آئندہ شمارہ آپ کی خدمت میں بذریعہ وی پی روانہ کر دیا جائے گا
- اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے آپ آئندہ خریداری جاری نہ رکھنا چاہتے ہوں تو دفتر کو جلد مطلع فرمائیں۔ والسلام

(منیجر)